ڈاکٹر محمد افضال بٹ
شعبہ اردو،
الخیر یونیورسٹی بھمبر (اے، جے، کے)

دبستانِ تحقیق لاہور کا روشن ستارہ حافظ محمود شیرانی

Hafiz Mahmood Khan Sheerani's important position as a researcher does not need any introduction in urdu and literature circles. In the research capital of Eastern Sciences in Punjab University, the tradition of research and editing text was established under the supervision of scholars and scholars and papers of high quality Eastern sciences and literature were written, among them Hafiz Mahmood Sheerani, Dr. Syed Abdullah and Dr. Waheed Qureshi are also named.

حافظ محمود خان شیرانی کا بطور محقق اہم و ممتاز مقام اردو زبان وادب کے حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں مشرقی علوم کے تحقیقی سرمائے میں فضلا اور علماء کی نگرانی میں تحقیق و تدقیق اور تدوین متن کی روایت قائم ہوئی اور اعلیٰ پائے کے مشرقی علوم وادبیات کے مقالے لکھے گئے ان میں حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر وحید قریشی کا نام بھی درخشاں وتابندہ ہے۔

> ''ڈاکٹر سید عبداللہ کا مقالہ ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ'' ان چند مقالات میں سے ہیں جن کی اشاعت کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقی سرمائے کی دھاک بیٹھ گئی۔''(۱)

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور میں معاشرتی، سیاسی اور سماجی پس منظر کو مخطوطہ شناسی میں شامل کیا گیا۔ واقعات اور سنین بنیادی ثانوی ماخذوں کی صحت وتنقید پر زور دیا گیا۔

> ''حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر محمد اقبال اور ڈاکٹر وحید قریشی جیسے نام یہیں سے برآمد ہوئے۔''(۲)

تحقیق کے دبستانِ لاہور میں جہاں بہت سے محققین کے نام سامنے آئے ان میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ سابقہ تحقیقی سرمائے میں اردو کے بڑے محققین کی درجہ بندی کرنے پر بھی اہل علم کی توجہ مبذول ہوئی۔ رسالہ ''آج کل'' دہلی کے شمارہ اگست ۱۹۶۷ء میں ''اردو تحقیق کے چار چناصر'' قاضی عبدالودود، امتیاز علی عرشی، مسعود حسین رضوی اور مالک رام کو قرار دیا گیا ہے۔

> ''ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب تحقیق کا فن میں حافظ محمود شیرانی کو ان میں شامل کر کے انہیں ''اردو تحقیق کے

عناصرِ خمسہ" کہا ہے۔ اگر اردو کی تحقیقی روش اور تتبع کا اصولوں کے حوالے سے جائزہ لیں تو ان میں پہلے درجے پر حافظ محمود شیرانی ہی خائز نظر آتے ہیں۔"(۳)

اردو میں تحقیق کی روایت تقریباً ایک صدی پرانی ہے۔ انیسویں صدی کے ربع آخر میں حالی، شبلی اور آزاد کے جدید تحقیقی کارناموں کے بعد بیسویں صدی میں یہ تحقیقی روایت مزید آگے بڑھی، اعظم گڑھ، پٹنہ، لاہور، دکن، دلی اور لکھنو جدید تحقیق کے مراکز بنتے گئے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری تحقیق کے مراکز کو دبستانِ قرار دیتے ہیں۔ ان مختلف تحقیقی دبستانوں میں مختلف نوعیت کا کام کیا گیا۔ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی لکھتے ہیں:

"اہل علم اس بات سے اتفاق کریں گے کہ لاہور کے دبستانِ تحقیق وتدریس کے سلسلے الذہب کی تین کڑیاں بالترتیب پروفیسر حافظ محمود شیرانی، پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی ہیں۔"(۴)

تحقیق کرتے وقت آپ کو نامعلوم کے ذریعے معلوم کی طرف قدم بڑھانا ہوتا ہے۔ اردو میں ادبی تحقیق کا آغاز بیسویں صدی سے ہوا اور کسی تکلیف کے بغیر شیرانی صاحب کو اردو تدوین وتحقیق کا معلمِ اول کہا جا سکتا ہے۔

"شیرانی صاحب نے قدیم مشرقی اندازِ تعلیم اور جدید مغربی اندازِ نظر، دونوں سے فیض پایا تھا۔ مزاجاً ان کو تحقیق سے مکمل مناسبت تھی اور ان کے یہاں وہ منطقی اندازِ نظر موجود تھا۔ جس کے بغیر، اندازِ گفتگو میں صحت اور استخراج نتائج کا سلیقہ آہی نہیں سکتا۔ تحقیق اور تدوین دونوں موضوعات پر ان کا بیشتر کام، مثال ومعیار کی حیثیت رکھتا ہے۔"(۵)

لاہور کا ادبی مرکز اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں قائم تا۔ ابتدا میں عربی، فارسی اور سنسکرت کو تحقیقی کام کے لیے منتخب کیا گیا۔ بعد ازاں اردو زبان وادب پر کام شروع ہوگیا۔ اس مرکز نے لاہور میں اردو زبان وادب کی تحقیقی روایت میں مزم واختیاط کا بہترین معیار پیش کیا۔

"یہاں سے وابستہ اہل تحقیق نے فراموش شدہ مصنفین کے حالات کی تلاش، عام اور مسلمہ ادبی مفروضوں کی بے رحمانہ چھان بین، تمام معلومہ مواد کو برج اور تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنا، حوالے کے قلم بند کرنے میں کامل احتیاط کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ ان کا قابل فخر اور اہم کام یہ ہے کہ ادبی تحقیق میں محنت کو تحقیق کے لیے ایمان کا درجہ دیا۔ سہل نگاری کو سرے سے رد کر دیا۔"(۶)

لاہور کے اس ادبی وتحقیقی مرکز میں صاحبانِ تحقیق نے ادبی تحقیق کا معیار متعین کیا اسے عملی طور پر تحقیقی اصولوں کے مطابق برتا۔

"جن محققین نے اس مرکز میں اردو ادب میں تحقیق کی راسخ روایت قائم کرنے اور ادبی تحقیق کا معیار بلند کرنے میں اپنا کردار ادا کیا، ان میں مولوی محمد شفیع اور حافظ محمود شیرانی نہایت اہم شخصیات ہیں۔"(۷)

حافظ محمود شیرانی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اردو دانوں میں متن کی صحت کا احساس اور شعور پیدا کیا۔ آپ نے

ادبی دنیا میں اقسام اور مفروضات کے پچاسوں بت توڑے ہیں۔ شیرانی مرحوم نے اردو، فارسی زبان وادب کے سینکڑوں موضوعات پر اچھوتا مواد فراہم کیا۔ ان کی حیثیت اردو زبان وادب میں تحقیق کی روایت میں تاریخ ساز محقق اور نقاد کی ہے۔

''بلاشبہ شیرانی مرحوم کی تحقیق راہ ہدایت کی شمع ہے انہوں نے موجودہ نسل کے لیے بہت کافی سامان اکٹھا کر دیا ہے۔ ان کے اور ان کے رفقا کے ذریعے تحقیق کی ایک زبردست روایت قائم ہو چکی ہے۔''(۸)

حافظ محمود شیرانی کی تحقیق ہے کہ خالقاباری ۱۰۳۱ھ میں عہد جہانگیری میں لکھی گئی اس سے اصل صنف ضیا الدین خسرو ہیں۔ آپ نے اس عہد کی سیاسی، سماجی اور مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ خالق باری ایک طویل زمانے تک امیر خسرو سے منسوب رہی ہے۔ شیرانی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں بہت سی شہادتیں پیش کی ہیں۔ خالق باری کا شعر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''دانگ فلوس جو آہے پیکا جیتل ومڑا جان

دام وانچہ کسیہ کھسیہ جان میکش تان

اس شعر میں ''دام اور دمڑا الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں ''دام'' اور ''دمڑا'' جن کا رواج اکبری عہد میں شروع ہوتا ہے قابل غور ہیں۔''(۹)

حافظ محمود شیرانی نے تنقید شعر العجم، فردوسی پر چار مقالے، پرمتوی راج داسو وغیرہ بھی تصنیف کیں۔

''اردو تحقیق میں ان کا سب سے بڑا کانامہ امیر خسرو کو دو تصانیف سے بے دخل کرنا ہے۔ مفت مفت کرم داشتن کے بمصداق قصہ چہار درویش کو امیر خسرو کی تصنیف قرار دیا جاتا تھا۔ شیرانی نے رسالہ کاروان ۱۹۳۳ء میں مضمون لکھ کر شافی طریقے پر ثابت کر دیا کہ یہ قصہ خسرو سے بہت بعد کا ہے۔ لیکن انھوں نے عہد محمد شاہی کے محمد معصوم علی خان کو جو اس کا مصنف ٹھہرایا وہ بھی صحیح نہ تھا۔''(۱۰)

حافظ محمود شیرانی نے اردو کی جنم عبومی کے سلسلے میں اپنا سب سے مشہور نظریہ ''پنجاب میں اردو'' ۱۹۸۲ء میں پیش کیا۔ اس سے پہلے نصیر الدین ہاشمی کی کتاب ''دکن میں اردو'' شائع ہو چکی تھی۔

''محمود شیرانی کی یہ کتاب لسانی تحقیقات کے ٹھہرے پانی میں ایک بھاری پتھر ثابت ہوئی اور لسانیات کے محل میں یہ ایسی آواز تھی جس کی بازگشت آج تک سنی جاتی ہے۔ دراصل پنجاب میں اردو کی بحث کا آغاز شیرانی سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ انیسویں صدی کے اواخر سے ہی اردو زبان وادب کے سلسلہ میں پنجاب کی اہمیت اور خدمات کو جتلانے اور جھٹلانے کا قصہ شروع ہو چکا تھا۔''(۱۱)

پنجاب/لاہور کی ادبی خدمات سے انکار ناممکن ہے۔ جو اردو ادب کا مطالعہ کرنے پر واضح ہو جاتا ہے۔

''۱۸۵۷ء کے بعد اردو کی ترویج وادب کی اشاعت کا سب سے بڑا اور اہم مرکز پنجاب کا دل لاہور قرار پایا تھا۔''(۱۲)

محمود شیرانی نے ''پنجاب میں اردو'' کے پیش لفظ (عرضِ حال) میں اعجازِ سخن کے حوالے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اہل قلم نے بیسویں صدی میں پنجاب میں اردو کے مسئلے پر سوچنا اور لکھنا شروع کیا۔ ربع صدی میں لکھنے والوں میں سے کسی کے پاس نہ تو شیرانی سا لسانیات کا رچا ہوا مذاق تھا نہ تحقیقی ذھن۔

''شیرانی نے مخطوطات اور نادر کتب جمع کرنے میں ایک کم صرف کی تھی۔ سوان کے لیے اپنی تحقیقات کی تکمیل کے لیے خام مواد کی کمی نہ تھی۔''(۱۳)

حافظ محمود شیرانی اپنے مقالے میں یہ استدلال دیتے ہیں کہ محمود غزنوی (۱۰۳۰......۱۹۹۷) کے حملوں سے مسلمانوں کا پنجاب سے رابطہ شروع ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی خاصی تعداد یہاں آباد ہو گئی بعد ازاں ۱۱۹۳ء میں قطب الدین ایبک نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تو پہلی مرتبہ مسلمانوں نے پنجاب سے باہر قدم نکالے۔ مسلمانوں کے باہمی ربط، مقامی بولی نے فارسی اور پنجابی کے ساتھ ملاپ کر لیا۔ صوفیاء کی تبلیغی سرگرمیاں، مذہبی، سیاسی، ثقافتی ہر لحاظ سے پنجابی اور فارسی باہم آمیز ہوتی گئیں۔

''جس نے اس بولی کی صورت اختیار کی جو بالآخر زبان اردو کہلائی۔''(۱۴)

''پنجاب میں اردو'' کا نظریہ شیرانی ہی کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

''یہ بات ہم کو یاد رکھنی چاہیے کہ امیر خسرو دہلی کی زبان کو دہلوی کہتے ہیں۔ ابوالفضل بھی آئین اکبری میں اس کو ''دہلوی'' کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اب شیخ باجن (متوفی: ۹۱۲ھ) بھی اس کو دہلوی کہتے ہیں اور جو نمونہ اس زبان کا دیتے ہیں وہ قطعاً اردو ہے۔''(۱۵)

حافظ محمود شیرانی کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہیں۔ حالق باری کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خالق باری کے متعدد نسخے نوشتہ پنجاب میری نظر سے گزرے ہیں جو سو ڈیڑھ سو سال پہلے کہ نوشتہ ہیں۔

''اس صوبے میں خالق باری کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پنجاب کے نصابی لٹریچر پر اس کا بے حد اثر ہے۔ اس کی تقلید میں نصاب لکھے جاتے ہیں، بلکہ نام بھی اس طرز کے اختیار کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کی کتب کے نام بہ تقلید ''خالق باری'' رکھے گئے ہیں۔

(۱) واحد باری، (۲) راز قاباری، (۳) ایزدباری، (۴) اللہ باری، (۵) ناصر باری، (۶) صنعت باری، (۷) قادر باری، (۸) واسع باری، (۹) رحمت باری، (۱۰) اعظم باری، (۱۱) صادق باری، (۱۲) اللہ باری، (۱۳) رازق باری ودیگر۔

پنجاب زبان کے سب سے پہلے نصاب یعنی ''واحد باری'' میں ایسے آثار موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ''خالق باری'' کی ممنون ہے حتی کہ ''خالق باری'' کے مصرعے اور شعر تک اس میں داخل کر لیے گئے ہیں۔''(۱۶)

آپ نے قدرت اللہ قاسم کے ضخیم تذکرے ''مجموعہ نغز'' کو نہایت حسن وخوبی سے ترتیب دیا اور بڑا عالمانہ مقدمہ لکھا۔ ان مضامین کو مقالات حافظ محمود شیرانی کے نام سے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۶۶ء میں قریب ۶ جلدوں میں شائع کیا۔ اسلامیہ کالج کی ملازمت کے دوران دو تحقیقی کام سرانجام دیئے۔

''تنقید شعر العجم'' اور ''پنجاب میں اردو'' آپ کے مایہ ناز کارنامے وتحقیقی نگارشات ہیں۔ بقول فتح ملک:

''پنجاب کی مادری زبان اردو ہے'' کے موضوع پر بحث بالآخر ۱۹۲۸ء میں حافظ محمود شیرانی کی عہد آفریں کتاب ''پنجاب میں اردو'' کی اشاعت تکمیل کو پہنچی۔ حافظ محمود شیرانی نے لسانی تحقیق کے جدید سائنسی اصولوں کی روشنی میں یہ حقیقت روشن تر کر دی کہ اردو کا مولا پنجاب ہے۔''(۱۷)

اورینٹل کالج میں ملازمت کے دوران تحقیق وتالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے متفرق مضامین: ''ترجمہ خزائن الفتوح''، ''پرتھی راج راسا کی''، پرتھی راج راسا اور مولانا محمد حسین آزاد کی ''آب حیات'' پر تنقیدی مضامین کا سلسلہ سامنے آیا۔ اورینٹل کالج میگزین، کاروانِ لاہور اور غالب امرتسر میں بھی مضامین شائع ہوتے رہے۔

حافظ محمود شیرانی کا بطور محقق ایک ایسا مزاج اور فطرت تھی کہ جس میں کھوج اور استدلال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بغیر دلیل یا تحقیق کے کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اردو میں تحقیق کا بے بہا خزانہ چھوڑا ہے۔ بقول شمس اللہ صدیقی:

''محمود شیرانی کی اولین حیثیت فارسی اور اردو ادب کے مورخ اور محقق کی ہے۔ ان کا علمی کام زیادہ تر تحقیق زبان اور تحقیق واقعات سے متعلق ہے۔''(۱۸)

رشید حسن خان کو اردو کا پہلا محقق تسلیم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''اردو میں تحقیق کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز سے ہوتا ہے اور کسی تکلف کے بغیر، شیرانی صاحب کو اردو میں تدوین وتحقیق کا معلم اول کہا جا سکتا ہے۔ شیرانی صاحب نے قدیم مشرقی اندازِ تعلیم اور مغربی اندازِ نظر دونوں سے فیض پاتا تھا، مزاجاً ان کو تحقیق سے مکمل مناسبت تھی۔''(۱۹)

حافظ محمود شیرانی نے دقیق نظری سے امیر خسرو کی طرف منسوب خالق باری کے جعلی انتساب کا پردہ چاک کیا ہے۔ وہ تحقیقی دنیا کا شاہکار تھے۔ حقیقتاً حافظ محمود شیرانی ایک روایت شکن محقق ہیں۔

''شیرانی فطرتاً تحقیق کے والدادہ تھے جو مسئلہ ان کے سامنے ہوتا اس کے معاملے میں محض حافظے یا علم پر بھروسہ نہ کرتے بلکہ اس کی خوب تحقیق اور چھان پھٹک کرتے۔''(۲۰)

انہوں نے بہت سی تحقیقی غلطیوں کو درست کیا۔ ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

''خالق باری، پرتھوی راج راسا پر ان کے مضامین ادبی تحقیق کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شیرانی صاحب کا ایک

بڑی تحقیقی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض تحقیقی کتابوں پر تبصرے کر کے غلطیوں کی نشاندہی اس طرح کی ہے کہ تحقیق کے بنیادی اصولوں کی وضاحت ہوگئی۔"(۲۱)

حافظ محمود شیرانی نے عروض کی تشکیل نو کے حوالے سے بھی نہایت قابل قدر کام کیا ہے اوزان دریافت کیے، تدوین اور تنقیدِ متن کے حوالے سے بھی اہم کام سرانجام دیئے۔

ڈاکٹر خلیق انجم رقمطراز ہیں:

"اردو کا پہلا محقق ہونے کا شرف حافظ محمود شیرانی کو حاصل ہے۔ انہوں نے تنقید شعر العجم لکھ کر محققین میں میں ذمہ داری کا احساس پیدا کیا۔ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کے تذکرے "مجموعہ نغز" کا تنقیدی ایڈیشن تیار کر کے متنی تنقید کا قابل تقلید نمونہ پیش کیا۔"(۲۲)

حافظ محمود شیرانی کی شخصیت کے تمام پہلو شاندار تھے۔ کوئی بھی شعبہ ہو ان کی تحریر سے ان کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ میں گونا گوں خوبیاں تھیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں:

"وہ بے نظیر استاد اور بے مثل مدرس تھے، وہ بے عدیل محقق، اعلیٰ پائے کے مورخ اور عالی مرتبہ نقاد تھے۔"(۲۳)

حافظ محمود شیرانی نے اپنی اسلامیہ کالج کی تدریس کے دوران ہی "پنجاب میں اردو" مکمل کر دی تھی۔ جس کے محرک علامہ اقبال تھے۔ یہ حافظ محمود کا معرکتہ الآرا تحقیقی ولسانی اہمیت کا حامل کام ہے۔ جس نے اردو تحقیق ولسانیات میں بحث کے کئی دریچے ادا کر دیے ہیں۔ بقول گیان چند:

"۱۹۲۸ء میں حافظ محمود شیرانی کی کتاب پنجاب میں اردو شائع ہوئی۔ اس کی اہمیت تاریخ وتحقیق کے لحاظ سے بہت کم اور لسانی تحقیق کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔"(۲۴)

حافظ محمود شیرانی "پنجاب میں اردو" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسٹ انڈیا کمپنی سنہ ۱۸۴۶ء میں جو ۱۲۶۲ھ کے مطابق ہے، پنجاب پر قابض ہو جاتی ہے۔ اس عہد میں اردو کو پنجاب میں سرکاری حیثیت مل جاتی ہے۔"(۲۵)

حافظ محمود شیرانی کی تحقیقی وتنقیدی تصانیف میں اہم ترین "پنجاب میں اردو"، تبصرہ بر خزائن الفتوح امیر خسرو، فردوسی پر چار مقالے، تنقیدِ شعر العجم، تنقید پر تھی۔ راج راسا، خالق باری، مقالات شیرانی (دس جلدیں)، مکاتیب حافظ محمود شیرانی، مجموعہ نغز، دیوانِ غالب۔ نسخہ شیرانی وغیرہ شامل ہیں۔

حافظ محمود شیرانی نے مخطوطات اور مسکوکات کا ایک نادر ذخیرہ اکٹھا کیا ہوا تھا۔ نسخۂ شیرانی بھی اس ذخیرے میں شامل ایک مخطوطہ ہے جو کہ تاریخی حیثیت اور قدر ومنزلت کا حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، پیش لفظ، مشمولہ: اردو زبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کی تحقیقی وتنقیدی جائزہ (از ۱۴۹۸ء تا ۱۹۴۸ء) لاہور، مکتبہ خیابانِ اردو، طبع اول، ۱۹۸۵ء، ص:۱۷

۲۔ عطش درانی، ڈاکٹر، جدید رسمیات تحقیق، لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع اول، ۲۰۰۵ء، ص:۱۳

۳۔ ایضاً، ص:۱۴

۴۔ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی وادبی خدمات، لاہور، مجلس ترقی ادب، جلد اول، طبع اول، جون۱۹۹۳ء، ص:۱۷۔۱۸

۵۔ رشید حسین خان، تدوین اور تحقیق کے رجحانات، مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، طبع چہارم، ۲۰۰۱ء، ص:۲۸۲

۶۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو ادب میں تحقیق کی روایت، مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اسلام آباد، ورڈویژن پبلشرز، جلد اول، طبع چہارم، ۲۰۰۱ء، ص:۳۸۶۔۳۸۷

۷۔ ایضاً، ص:۳۸۷

۸۔ ایضاً، ص:۳۸۹

۹۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، تیاری اور مواد کی فراہمی، مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق، ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر اسلام آباد، ورڈ ویژن، پبلشرز جلد اول، طبع چہارم، ۲۰۰۱ء، ص:۳۱۷

۱۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تحقیق، آزادی سے پہلے، مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، ایم سلطانہ بخشڈاکٹر اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، جلد دوم، طبع چہارم، ۲۰۰۱ء، ص:۱۷۴

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ (غاز سے ۲۰۰۰ء تک)، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص:۷۰

۱۲۔ ایضاً، ص:۷۰

۱۳۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۴۔ ایضاً، ص:۷۴

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ حافظ محمود شیرانی، پنجاب میں اردو کا ایک فراموش شدہ ورق، مشمولہ: پاکستانی ادب، تنقید، رشید امجد، فاروق علی، مرتبین، راولپنڈی، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، طبع اول، جنوری ۱۹۸۲ء، ص:۱۶۳

۱۷۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی۔ احوال وآثار، پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۲۰۱۰ء، ص:۹

۱۸۔ شمس اللہ صدیقی، ڈاکٹر، تحقیق وتنقید، مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، جلد دہم، ۱۹۷۲ء، ص:۱۹۳

۱۹۔ رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، ۱۹۸۹ء، ص:۱۰۷

۲۰۔ شیخ عبدالقادر، حافظ محمود شیرانی، مشمولہ: اورینٹل کالج میگزین، حصہ اول، لاہور، جلد ۲۳، عدد مسلسل ۸۸، فروری ۱۹۴۷ء، ص:۱۰۳ (شیرانی نمبر)

۲۱۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، قاضی عبدالودود سے قبل اردو تحقیق اور مقفی تنقید، مشمولہ: تعبیر وتفہیم، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۶ء، ص:۱۰۳

۲۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، محمود شیرانی کا قیام لندن میں، مشمولہ: تعبیر وتفہیم، نئی دہلی، مکتبہ، جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۶ء، ص:۱۱۴

۲۳۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، کتب خانہ، شیرانی کے نودار، مشمولہ: فارسی زبان وادب، لاور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷ء، ص:۳۴۸

۲۴۔ گیان چند، ڈاکٹر، محمود شیرانی سے میرے استفادات، مشمولہ: ارمغانِ شیرانی، مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، زاہد منیر عامر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء، ص:۲۴

۲۵۔ حافظ محمود شیرانی، پنجاب میں اردو کی بعض قدیم تصنیفات، مشمولہ: پنجاب میں اردو، حافظ محمود شیرانی، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۳۵۴